۱۲؍ ستمبر ۱۹۰۲ء

خطبہ نکاح

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

اَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ۔

پھر آیات مسنونہ بابت نکاح کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

مومن ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے۔ کیا بلحاظ اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے اور یہ ایک عظیم الشان انعام انسان پر ہے۔ کیونکہ ساری راحتیں، ساری خوشیاں اور خوشحالیاں اسی کے بعد ملتی ہیں کہ پیدا ہوا ہو اور پھر پیدا بھی اپنے رب کے ہاتھ سے ہوا ہو جو بتدریج کمالات تک پہنچاتا ہے اور پھر ہمارے لئے تو خصوصیت کے ساتھ حمد ضروری ہے۔ کیا بلحاظ اس کے کہ ایسی نعمت عظمیٰ کے منعم ہیں کہ جس قدر صداقتیں اور حق و حکمت حضرت آدمؑ سے لے کر ہمارے سید و مولا، سرور عالم، فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم تک مختلف اوقات میں مختلف نبیوں، رسولوں، راستبازوں کے ذریعہ مختلف زبانوں اور ملکوں میں پہنچایا گیا، ان تمام صداقتوں کا مجموعہ مبرہن اور مدلل ہو کر ہم کو ملا جس کا نام قرآن کریم

ہے۔ یہ انعام کیا کم انعام ہے۔ سوچ کر دیکھو کہ ساری دنیا کی کل صداقتیں' وہ تمام ذریعے جو روح کی پرورش کے تھے' وہ سب مہیمن کتاب مجید میں جس کا نام نور' شفا' رحمت' برکت ہے' ہم کو دی گئی ہے اور پھر "عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ" میں جیسی صاف اور کھلی سہولت اور یسر سے دی گئی' وہ سب صداقتیں مدلل اور مبرہن کر کے قرآن شریف نے بیان کی ہیں اور نہایت سہل الفاظ میں جو میرے خیال میں چار ہزار سے زیادہ لغت نہیں۔ پھر پہنچانے والا ایسی طاقت اور تاثیر رکھتا ہے کہ باید و شاید۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ۔ یعنی محمد بن عبد اللہ اور بن آمنہ' کس طرح کا وہ معلم اور ہادی ہے اور کس طرح سے اس کی پاک تاثیروں نے ایک تبدیلی کی؟ وہ اسی ایک واقعہ سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس نے حیرت انگیز' آئینہ نما فتح اپنی قوم پر جو عرب تھی حاصل کی اور ایسی فتح کہ ایک بھی مخالف نہ رہا اور پھر یہ کس قدر تعجب انگیز گویا آیت مبینہ' اثر ہے کہ تیرہ سو برس پہلے مکہ اور مدینہ میں جس قسم کے فیوض اور برکات آپ کے پاک انفاس سے پہنچے اور آپؐ کی تعلیم و تربیت نے جو اثر اس وقت پیدا کیا آج تیرہ سو برس کے بعد بھی اسی کی تعلیم و تربیت کے نیچے اس کا غلام موجود ہے۔

(غلام احمد علیہ الصلوۃ والسلام)

اور پھر کیا بلحاظ اس انعام اور فضل کے جو ہم پر اللہ تعالیٰ نے کیا کہ تیرہ سو برس سے جس کے دیکھنے کو ہزاروں' لاکھوں' کروڑوں مخلوق کی آنکھیں ترستی گئی ہیں اور امت کے صلحا اور اولیاء اور علماء ربانی جس کو سلام کہتے گئے' ہم نے اس کا زمانہ پالیا۔ اور پھر جس سے اکثر لوگوں کی بدبختی نے انہیں محروم رکھا ہمیں اس کی غلامی کا شرف عطا فرمایا اور اس طرح پر ہم پر وہ انعام کیا کہ جیسے اولین میں ایک نبی اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھا' آخرین میں بھی اسی طرح آپ کا تابع نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔ اس لئے جب ہم پر یہ انعام' یہ فضل ہوئے ہیں تو اور بھی زیادہ ہمیں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔

نَسْتَعِیْنُہٗ لیکن انسان چونکہ ایک کمزور اور ضعیف ہستی ہے اس لئے ہر آن اور ہر حالت میں اسی رب العالمین اور تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام نقائص اور بدیوں سے منزہ ذات' اللہ تعالیٰ سے استمداد کی ضرورت ہے۔ انسان کا فانی جسم ہر آن تغیرات کے نیچے ہے اور کمزور روح علوم میں اسی فانی اور کمزور جسم کی محتاج ہے۔ کیونکہ وہ اس جسم اور ذرات کے بغیر کوئی راحت یا علم و صداقت حاصل نہیں کر سکتی اور سارے علوم اور صداقتیں زبان' کان' آنکھ' ناک اور ٹٹولنے کی حس کے ذریعہ سے پہنچتی ہیں۔ مگر یہ جسم فانی ہے اور ہر آن تنزل کی حالت پیدا کرتا ہے۔ فضلے پیدا ہو کر جسم سے نکلتے رہتے

ہیں۔ ایسی حالت میں صاف ظاہر ہے کہ روح کا ذریعہ فانی اور کمزور ہے۔ پھر کیسے ترقی کرے' جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ نہ ہو۔ اسی محسن نے کیسی پاک راہ بتائی اور سچے اور حقیقی محسن' اللہ کی بتائی ہوئی بتائی کہ اللہ کے فضل اور احسان کے بغیر ایک آن گذارہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ہم اس کی ہی مدد چاہتے ہیں۔

وَنَسْتَغْفِرُہٗ پھر ایک اور تعلیم دی اور وہ استغفار کی تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وسیع قانون اور زبردست حکم اس قسم کے ہیں کہ انسان بعض بدیوں اور کمزوریوں کی وجہ سے بڑے بڑے فضلوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ جب انسان کوئی غلطی کرتا اور خدا تعالیٰ کے کسی قانون اور حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ غلطی اور کمزوری اس کی راہ میں ایک روک ہو جاتی ہے اور یہ عظیم الشان فضل اور انعام سے محروم کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس محرومی سے بچانے کے لئے یہ تعلیم دی کہ استغفار کرو۔ یہ تعلیم بھی اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے۔ استغفار کیا ہے؟ پچھلی کمزوریوں کو جو خواہ عمداً ہوں یا سہواً اور نسیان اور خطا سے۔ غرض مَاقَدَّمَ وَاَخَّرَ جو نہ کرنے کا کام آگے کیا اور جو نیک کام کرنے سے رہ گیا ہے' اپنی تمام کمزوریوں اور اللہ تعالیٰ کی ساری نارضامندیوں کو اَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ کے نیچے رکھ کر یہ دعا کرے کہ میری غلطیوں کے بدنتائج اور بد اثر سے مجھے محفوظ رکھ اور آئندہ کے لئے ان غلط کاریوں سے محفوظ فرما۔ یہ ہیں استغفار کے مختصر سے معنے۔

بارہا ہمارے امام علیہ الصلوۃ والسلام لوگوں کو استغفار بتاتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ اکثر مجھ سے آکر پوچھتے ہیں کہ استغفار کی کتنی تسبیحیں کریں اور آپ کے یہاں کونسا استغفار معمول ہے۔ اس لئے میں نے بتایا ہے کہ سچا استغفار یہی ہے کہ انسان اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کو یاد کر کے جناب الٰہی میں یہ طلب کرے کہ ان کمزوریوں کے برے نتائج سے محفوظ رکھ اور آئندہ کے لئے ان کمزوریوں سے محفوظ فرما۔

وَنُؤْمِنُ بِہٖ اور ہم پھر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ جمیع صفات کاملہ سے موصوف اور تمام بدیوں سے منزہ ہے۔ وہ اپنی ذات میں' اپنی صفات میں' اسماء اور محامد اور افعال میں واحد لاشریک ہے۔ وہ اپنی ذات میں یکتا' صفات میں بے ہمتا اور افعال میں لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (الشوریٰ:۱۲) اور بے نظیر ہے۔ اور اس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنی رضامندی اور ناراضی کی راہوں کو ظاہر کرتا رہا ہے اور ملائکہ کے ذریعہ اپنا کلام پاک اپنے نبیوں اور رسولوں کو پہنچاتا رہا ہے اور اس کی بھیجی ہوئی کتابوں میں آخری کتاب قرآن شریف ہے جس کا نام شفا' فضل' رحمت اور نور ہے اور آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ

وسلم ہیں جو خاتم النبین ہیں۔ اور اب کوئی نبی اور رسول آپؐ کے سوا نہیں ہو سکتا۔ اس وقت بھی جو آیا وہ اس کا غلام ہی ہو کر آیا ہے۔

اور پھر یہ تعلیم دی کہ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ یہ بات ہم میں پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں جس مطلب اور غرض کے لئے بنائی ہیں وہ اپنے نتائج اور ثمرات اپنے ساتھ ضرور رکھتے ہیں۔ اس لئے اس پر ایمان ہونا چاہئے کہ لابد ایمان کے ثمرات اور نتائج ضرور حاصل ہوں گے اور کفر اپنے بد نتائج دیئے بغیر نہ رہے گا۔ انسان بڑی غلطی کرتا اور دھوکا کھاتا ہے' جب وہ اس اصل کو بھول جاتا ہے۔ اعمال اور اس کے نتائج کو ہرگز ہرگز بھولنا نہیں چاہئے۔ سعی اور کوشش کو ترک کرنا نہیں چاہئے۔

اور پھر یہ تعلیم دی وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ انسان اپنی کمزوریوں پر پوری اطلاع نہیں رکھتا اور بعض وقت نقد کو ادھار پر پسند کرتا اور ترجیح دیتا ہے۔ پیش پا افتادہ اور زیردست چیزیں مقبول نگاہ ہوتی ہیں۔ اس لئے الٰہی احکام کو اپنی غلطی سے بھول جاتا ہے یا ان کے ثمرات اور نتائج کو اپنی غلطی اور نادانی سے ادھار اور دوسرے ہی جہان پر منحصر سمجھ کر سستی اور لاپروائی کرتا ہے اور اس طرح پر اصل مقصد سے دور جا پڑتا ہے۔ اس غلطی کو دور کرنے اور اس کے برے نتائج سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی کہ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں۔ کیونکہ بڑی پناہ اور معاذ اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ ہے جو ساری قدرتوں اور قوتوں کا مالک اور مولیٰ ہے اور ہر نقص سے پاک' ہر کامل صفت سے موصوف۔

پہلے ضروری ہے کہ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا سے پناہ مانگیں۔ انسان کی اندرونی بدیاں اور شرارتیں اکثر اس کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ مثلاً شہوت کے مقابلہ میں زیر ہو جاتا اور عفت کو ترک کرتا ہے۔ بد نظری اور زنا کا ارتکاب کرتا ہے۔ حلم کو چھوڑتا ہے اور غضب کو اختیار کرتا ہے اور کبھی قناعت کو جو سچی خوشحالی کا ایک بڑا ذریعہ ہے' چھوڑ کر حرص و طمع کا پابند ہو جاتا اور کبھی ہمت بلند اور استقلال نہیں رہتا' بلکہ پست ہمتی اور غیر مستقل مزاجی میں پھنس جاتا ہے۔ سعی اور مجاہدہ کو ترک کرتا اور کسل میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ نفسانی شرور ہیں۔ اس لئے ان تمام شرارتوں اور ان کے برے نتائج سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ لینی چاہئے اور پھر بد اعمال کے بد نتائج ہیں۔ ان سے بھی محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی پناہ میں نہ ہو۔

غرض اصل تو یہ ہے مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ اللہ کے سوا کوئی ہادی نہیں جس کے پاس گمراہی کا ڈر نہیں اور جس کو اللہ ہلاک کرے اس کو کوئی بامراد نہیں کر سکتا۔[1]

وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ پھر عظیم الشان اصولوں میں سے یہ اصل بتائی گئی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا معبود' محبوب اور مطاع نہ بناؤ۔ اللہ وہ ذات کامل ہے جو ہر نقص سے منزہ اور خوبی سے موصوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود' محبوب' مطاع بنانا اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کیا آنکھ سے بد نظری کرتا ہے یا نہیں؟ کان سے حرص و ہوا کی باتیں سنتا ہے یا نہیں؟ ناک کے خیال سے تکبر اور فضول خرچیاں کرتا ہے یا نہیں؟ پھر زبان' غرض کل اعضاء فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں یا نہیں؟ مختصر یہ کہ کوئی خوف اور امید اگر مخلوق سے ہے تو سمجھ لو کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنوں سے بے خبری ہے یا بے پروائی ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو ماننے والا کسی کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑا نہیں ہو سکتا اور نہ رکوع سجود کر سکتا ہے۔ ایسا ہی مخلوق کے لئے نہ قربانی دے سکتا ہے اور نہ اپنے مال کا ایک مقرر حصہ مخلوق میں سے کسی کے لئے الگ کر سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے الگ کرنے کا حکم ہے بلکہ ساری باتوں میں وہ اپنا معبود مسجود اللہ ہی کو مانتا ہے اور اپنی امید و بیم کو اسی سے وابستہ کرتا ہے۔ ہر ایک کام اس کی رضا کے لئے کرتا یہاں تک کہ کھانا اس لئے کھاتا ہے کہ "كُلُوْا" کا حکم ہے۔ اور پیتا اس لئے کہ "اِشْرَبُوْا" کا حکم ہے۔ بیوی سے معاشرت کرے نہ اس لئے کہ طبعی تقاضا ہے بلکہ اس لئے کہ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:۲۰) کا حکم ہے اور اس لئے کہ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (البقرة:۱۸۸) کا ارشاد ہے۔ اس سے نیکی کے کاموں میں پہلا جزو پیدا ہو گا' جس کو اخلاص کہتے ہیں۔ پھر ان سارے کاموں میں صواب ہو اور یہ تب حاصل ہو سکتا ہے کہ ساری الٰہی رضامندیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور حکم کے نیچے ہوں۔ کیونکہ وہ کامل انسان اللہ تعالیٰ کا سچا پرستار بندہ تھا اور ہماری اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مبعوث فرمایا۔ ان کے سوا الٰہی رضا ہم معلوم نہیں کر سکتے اور اسی لئے فرمایا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (ال عمران:۳۲)۔ جس طرح پر اس نے اپنے غیب اور اپنی رضا کی راہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ظاہر کی ہیں اسی طرح پر اب بھی اس کی غلامی میں وہ ان تمام امور کو ظاہر فرماتا ہے۔ اگر کوئی انسان اس وقت ہمارے درمیان آدمؑ' نوحؑ' ابراہیمؑ' موسیٰؑ' عیسیٰؑ' داؤدؑ' محمدؐ' احمدؐ' ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ سے ہے اور آپؐ ہی کی چادر کے نیچے ہو کر ہے۔ کوئی راہ اگر اس وقت کھلتی ہے اور کھلی ہے تو وہ آپ میں ہو کر۔ ورنہ یقیناً یقیناً سب راہیں بند ہیں۔ کوئی شخص براہ راست اللہ تعالیٰ سے فیضان حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی اس وقت یہ کہے کہ "من چہ پروائے مصطفیٰ دارم" اور پھر وہ ہمارا مقتدا اور امام اور مطاع بننا چاہے تو یاد رکھو کہ وہ ہمارا امام اور مقتدا

ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہمارا مقتدا اور امام وہی ہو سکتا ہے جو "ولیکن میفزائے بر مصطفیٰؐ" پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا ہو اور غلام احمدؐ ہو۔ غرض ہر ایک نیکی، نیکی تب ہی ہو سکتی ہے جب وہ اولاً اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو اور پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے نیچے ہو۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (النساء:۲)۔

یہ ایک آیت شریف ہے جس سے ایک سورۃ کا ابتداء ہوتا ہے اور ایسے خطبوں کے وقت اس کا پڑھا جانا مسلمانوں میں مروج ہے۔ وہ اس آیت کو ضرور پڑھتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ساری سورۃ کی طرف گویا متوجہ کیا گیا ہے جس میں میاں بیوی کے متعلق حقوق کو بیان کیا گیا ہے اور تفاول کے طور پر اس کی ابتداء کو پڑھتے ہیں تاکہ سعادت مند لوگ ایسے تعلقات پیدا کرنے سے پہلے اور بعد ان امور پر نگاہ کر لیا کریں جو اس سورۃ میں بیان ہوئے ہیں۔

وہ تعلق جو میاں بیوی میں پیدا ہوتا ہے بظاہر وہ ایک آن کی بات ہوتی ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے اپنی لڑکی دی اور دوسرا کہتا ہے کہ میں نے لی۔ بظاہر یہ ایک سیکنڈ کی بات ہے۔ مگر اس ایک بات سے ساری عمر کے لئے تعلقات کو وابستہ کیا جاتا ہے اور عظیم الشان ذمہ داریوں اور جواب دہیوں کا جوا میاں بیوی کی گردن پر رکھا جاتا ہے۔ اس لئے اس سورۃ کو یٰاَیُّهَا النَّاسُ سے شروع کیا ہے۔ کوئی اس میں مخصوص نہیں۔ ساری مخلوق کو مخاطب کیا ہے۔ مومن، مقرب، مخلص، اصحاب الیمین، غرض کوئی ہو کسی کو الگ نہیں کیا، بلکہ یٰاَیُّهَا النَّاسُ فرمایا۔ الناس جو انس سے تعلق رکھتا ہے وہ انسان ہے۔ انسان جب انس سے تعلق رکھتا ہے تو سارے انسوں کا سرچشمہ میاں بیوی کا تعلق اور نکاح کا انس ہے۔ اس کے ساتھ اگر ایک اجنبی لڑکی پر فرائض کا بوجھ رکھا گیا ہے تو اجنبی لڑکے پر بھی اس کی ذمہ داریوں کا ایک بوجھ رکھا گیا ہے۔ اس لئے اس تعلق میں ہاں نازک تعلق میں جو بہت سی نئی ذمہ داریوں اور فرائض کو پیدا کرتا ہے، کامل انس کی ضرورت ہے جس کے بغیر اس بوجھ کا اٹھانا بہت ہی ناگوار اور تلخ ہو جاتا ہے۔ لیکن جب وہ کامل انس ہو تو رحمت اور فضل انسان کے شامل حال ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ غرض اس تعلق کی ابتدا انس سے ہونی چاہئے تاکہ دو اجنبی وجود مُتَّحِدْ فِی الْاِرَادَتْ ہو جائیں۔ اس لئے یٰاَیُّهَا النَّاسُ کہہ کر اس کو شروع فرمایا۔

اور دوسرے یہ آیت یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی لوگو! تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ عظیم الشان نعمت اور فضل ہے جسے ملے۔ انسان اپنی ضروریات زندگی میں کیسا مضطرب اور بے قرار ہوتا ہے۔ خصوصاً رزق کے معاملہ میں۔ لیکن متقی ایسی جگہ سے رزق پاتا ہے کہ کسی کو توکیا

معلوم ہوتا ہے خود اس کے بھی وہم گمان میں نہیں ہوتا۔ یَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق:۴) پھر انسان بسا اوقات بہت قسم کی تنگیوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ متقی کو ہر تنگی سے نجات دیتا ہے جیسے فرمایا۔ مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (الطلاق:۳) انسان کی سعادت اور نجات کا انحصار علوم الٰہیہ پر ہے۔ کیونکہ جب تک کتاب اللہ کا علم ہی نہ ہو وہ نیکی اور بدی اور احکام رب العالمین سے آگاہی اور اطلاع کیونکر پا سکتا ہے۔ مگر تقویٰ ایک ایسی کلید ہے کہ کتاب اللہ کے علوم کے دروازے اسی سے کھلتے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ متقی کا معلم ہو جاتا ہے۔ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ (البقرۃ:۲۸۲) انسان اپنے دشمنوں سے کس قدر حیران ہوتا اور ان سے گھبراتا ہے۔ لیکن متقی کو کیا خوف؟ اس کے دشمن ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (الانفال:۳۰)۔ اللہ تعالیٰ سے دوری اور بعد ساری نامرادیوں کی جڑ اور ناکامیوں کی اصل ہے۔ مگر متقی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (النحل:۱۲۹)۔ تقویٰ ایسی چیز ہے جو انسان کو اپنے مولیٰ کا محبوب بناتی ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (ال عمران:۷۷)۔ تقویٰ کے باعث اللہ تعالیٰ متقی کے لئے مکتفی ہو جاتا ہے اور اس سے ولایت ملتی ہے وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ (الجاثیہ:۲۰)۔ پھر تقویٰ ایسی چیز ہے کہ دعاؤں کو قبولیت کے لائق بنا دیتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (المائدۃ:۲۸) بلکہ اس کے ہر فعل میں قبولیت ہوتی ہے۔

غرض تقویٰ جیسی چیز کی طرف توجہ دلائی ہے اور تقویٰ نام ہے اعتقادات صحیحہ' اقوال صادقہ' اعمال صالحہ' علوم حقہ' اخلاق فاضلہ' ہمت بلند' شجاعت' استقلال' عفت' حلم' قناعت' صبر کا' حسن ظن باللہ' تواضع' صادقوں کے ساتھ ہونے کا۔

پھر یہ تقویٰ اپنے رب کا اختیار کرو۔ "رَبَّكُمْ" میں بتایا ہے کہ وہ تمہیں کمالات بخشنے والا ہے۔ ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت تک پہنچانے والا ہے۔ اس کے متقی بنو۔

مخلوق کی نظر کا متقی نہیں۔ اگر انسان مخلوق کی نظر میں متقی بنتا ہے لیکن آسمان پر اس کا نام متقی نہیں تو یاد رکھو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا فتویٰ ہے مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (البقرۃ:۹)۔

ایک غلط خیال عام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو بھی دور کروں اور وہ یہ ہے کہ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ دین پر عمل در آمد کرنا انسان کی مقدرت سے باہر ہے اور یہ شریعت گویا کہنے کی ہے کرنے کی نہیں۔ اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ یہ بدی عام پھیلی ہوئی ہے اور اس نے بہت حصہ مخلوق کا تباہ کیا ہے۔ دراصل اس قسم کے حیلے شریروں نے اپنی بدیوں کو چھپانے کے لئے تراشے ہوئے

ہیں۔ مگر میں یقیناً کہتا ہوں کہ یہ بدی اور بد خیالی اللہ تعالیٰ پر سوء ظن سے پیدا ہوئی ہے کہ انسان کہلائے اور کہے کہ شریعت پر پابندی نہیں کر سکتے اور فرائض اور سنن ادا نہیں ہو سکتے۔ یہ بڑی بد قسمتی ہے۔ اسی ایک بدی نے قوم کو تباہ کر دیا اور اس نے شریعت کو نعوذ باللہ لعنت کہہ دیا۔ یعنی عیسائیوں کی قوم نے شریعت کو بالکل الگ رکھ دیا۔ یہ شیطانی وسوسہ تھا اور شیطان ان پر غالب آیا۔ پس ایسی باتوں اور خیالوں سے پرہیز کرو۔ میں نے ایک ایسے ہی خطبہ میں (یعنی نکاح کے خطبہ میں جو اگلے روز مجھے پڑھنا پڑا اور اسی طرح پر صادق امام کے حضور میں پڑھا) اس امر پر زور دیا تھا (اور یہ میرا ایمان ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اسی طرح ہو اور میں خدا تعالیٰ کے فضل اور تائید سے ایسا کرنا چاہتا ہوں) کہ لوگ اپنے امام کی سچی اتباع کریں اور اس کے احکام کی تعمیل کو اپنی خواہشوں پر مقدم کر لیں۔ بعض بد قسمتوں نے میری ان باتوں کو سن کر یہی نتیجہ نکالا کہ یہ صرف کہنے کی باتیں ہیں۔ ان پر عمل کرنا مشکل ہے۔ میں کھول کر کہتا ہوں کہ یہ خطرناک بد ظنی ہے جو ایک مومن کی نسبت کی جاوے۔ اس کا محاسبہ اللہ تعالیٰ کے حضور دینا پڑے گا۔[۲]

پھر فرمایا۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (النساء:۲) اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک جی سے بنایا اور اسی جنس سے تمہاری بیوی بنائی اور پھر دونوں سے بہت مرد اور عورتیں پیدا کیں۔ قرآن شریف سے عمدہ اور نیک اولاد کا پیدا ہونا' اللہ تعالیٰ کی رضا کا منطوق معلوم ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو دیکھو کہ خدا نے اسے کیسا برومند کیا' جس میں صدہا نبی اور رسول آئے' حتیٰ کہ خاتم الرسل بھی اسی میں ہوئے۔ مگر یہ طیب اور مبارک اولاد کس طرح سے حاصل ہو؟ اس کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے حصول کا یہ ذریعہ ہے کہ انسان اپنے عقائد اور اعمال کا محاسبہ کرے اور اس امر کو ہمیشہ مد نظر رکھے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (النساء:۲) جب تم یہ یاد رکھو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال کا نگران ہے تو ہر قسم کی بے حیائی اور بدکاری کی راہ سے جو تقویٰ سے دور پھینک دیتی ہے' بچ سکو گے۔ دیکھو کسی عظیم الشان انسان کے سامنے انسان بدی کے ارتکاب کا حوصلہ نہیں کر سکتا۔ ہر ایک بدی کرنے والا اپنی اس بدی کو مخفی رکھنا چاہتا ہے۔ پھر جب خدا تعالیٰ کو رقیب اور بصیر مانے گا اور اس پر سچا ایمان لائے گا تو ایسے ارتکاب سے بچ جائے گا۔ غرض تقویٰ ایسی نعمت ہے کہ متقی ذریت طیبہ بھی پالیتا ہے۔

پھر ارشاد ہوا ہے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (الاحزاب:۷۱) یہ ایک دوسری آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ ایسے تعلقات اور عقد کے وقت یہ نصیحت فرماتا ہے۔ تقویٰ اللہ اختیار کرو اور پکی باتیں کہو۔ پکی باتیں حاصل ہوتی ہیں کتاب اللہ کو غور کے ساتھ پڑھنے سے' سنن اور تعامل کے

مطالعہ سے' احادیث صحیحہ کے یاد رکھنے سے۔ یہ باتیں ہیں علوم حقہ کے حاصل کرنے کی۔ مجھے اس موقعہ پر یہ بھی کہنا ہے کہ بعض لوگ تم میں سے اپنی غلط فہمی سے احادیث کو طالمود کہتے ہیں۔ یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ انہوں نے ہرگز ہرگز امام کے مطلب کو نہیں سمجھا۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ حضرت امام اپنی عظیم الشان پیشگوئیاں احادیث سے لیتے ہیں اور اپنے دعاوی پر احادیث سے تمسک کرتے ہیں؟ آپ کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث قرآن شریف کے معارض ہو وہ قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ راجح کا مقابلہ مرجوح سے نہیں کرسکتے۔ اس کو آگے بڑھانا اور یہاں تک پہنچانا جہالت ہے۔ اگر میری بات پر توجہ نہ ہو تو تم خود دریافت کرسکتے ہو۔ احادیث سے انکار کرنا بڑی بدقسمتی ہے۔

حضرت امام علیہ السلام نے بارہا فرمایا ہے کہ ہمارے لئے تین چیزیں ہیں۔ قرآن' سنت اور حدیث۔ قرآن اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ کر سنایا تو سنت کے ذریعہ اس پر عمل کرکے دکھادیا اور پھر حدیث نے اس تعامل کو محفوظ رکھا ہے۔ غرض حدیث کو کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے جب تک وہ صریح قرآن شریف کے معارض اور مخالف واقع نہ ہوئی ہو۔ بھلا دیکھو تو اسی نکاح کے متعلق غور کرو کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی نکاح کرتا ہے تو کیا کیا امور مدنظر رکھتا ہے۔ گاہے عورت بیاہی جاتی ہے کہ وہ مالدار ہے اور گاہے یہ کہ حسین ہے یا کسی عالی خاندان کی ہے اور بعض اوقات مقابلہ مدنظر ہوتا ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ (بخاری کتاب النکاح باب اکفاء فی الدین) تاکہ تقویٰ بڑھے۔ ایک سے زیادہ نکاح بھی اگر کرو تو اس لئے کہ تقویٰ بڑھے۔ جب تقویٰ مدنظر نہ ہو تو وہ نکاح مفید اور مبارک نہیں ہوتا۔

غرض خدا تعالیٰ فرماتا ہے اور مومنوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (الاحزاب:۷۱) انسان کی زبان بھی ایک عجیب چیز ہے جو گاہے مومن اور گاہے کافر بنادیتی ہے۔ معتبر بھی بنادیتی ہے اور بے اعتبار بھی کردیتی ہے اس لئے مولیٰ کریم فرماتا ہے کہ اپنے قول کو مضبوطی سے نکالو۔ خصوصاً نکاحوں کے معاملہ میں اس کا فائدہ ہوتا ہے۔ يُصْلِحْ لَكُمْ (الاحزاب:۷۲) تاکہ تمہارے سارے کام اصلاح پذیر ہوجاویں۔

صدہا لوگ ان معاملات نکاح میں تقویٰ اور خدا ترسی سے کام نہیں لیتے اور الٰہی حکم کی قدر و عظمت ان کو مدنظر نہیں ہوتی بلکہ وہ اس تراش خراش میں رہتے ہیں کہ یہ مقابلہ ہو یا شہوات کو مقدم کرتے ہیں۔ لیکن جب تقویٰ ہو تو اعمال کی اصلاح کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہوجاتا ہے اور اگر نافرمانی ہو تو وہ معاف کردیتا ہے۔

بات یہ ہے جو اللہ رسول کا مطیع ہوتا ہے وہ بڑا کامیاب ہے۔ اس لئے یہ بات ہر ایک کو مدنظر رکھنی چاہئے۔

پھر فرمایا:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:۱۹) پھر تقویٰ کی تاکید اس تیسری آیت میں بھی ہے کہ تقویٰ اللہ اختیار کرو اور ہر ایک جی کو چاہئے کہ بڑی توجہ سے دیکھ لے کہ کل کے لئے کیا کیا۔ جو کام ہم کرتے ہیں' ان کے نتائج ہماری مقدرت سے باہر چلے جاتے ہیں۔ اس لئے جو کام اللہ کے لئے نہ ہو گا تو وہ سخت نقصان کا باعث ہو گا۔ لیکن جو اللہ کے لئے ہے تو وہ ہمہ قدرت اور غیب دان خدا جو ہر قسم کی طاقت اور قدرت رکھتا ہے' اس کو مفید اور مثمر بثمرات حسنہ بنا دیتا ہے۔

غرض مختصر یہ ہے کہ متقی بنو اور اللہ کا خوف کرو۔ تمہارے اعمال میں تکبر' کذب اور دوسرے کو ایذا نہ ہو۔ ان شرائط کی پوری پابندی کرو جو بیعت کے لئے بیان کی گئی ہیں اور پھر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو اور استغفار کرتے رہو اور لاحول پڑھ کر دوسری قوموں کے لئے نمونہ بنو۔

اس کے بعد میں اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے اس ایجاب و قبول کا اقرار کراتا ہوں۔ میاں بشیر احمد صاحب جو اللہ تعالیٰ کے پیغام اور اطلاع کے موافق دنیا میں آئے ہیں' ان کا نکاح مولوی غلام حسین صاحب کی لڑکی سے جن کا نام سرور سلطان ہے (اللہ اس کے نام میں بڑی برکت نازل کرے آمین۔ ایک ہزار مہر کے قرار پایا ہے اور میں دعا کرتا ہوں اور میری دعاؤں سے بڑھ کر ہمارے امام کی دعائیں اس کے حق میں ہوں کہ جب اس کی ساس نور کے بچے جننے والی ہوئی ہے ایسے ہی اور برکت کا وہ باعث ہو۔ حضور خصوصیت سے اس وقت دعا کریں کہ ہمارے گھروں کی عورتوں میں بخصوصیت اصلاح ہو۔ گو ان کی بدقسمتی ہے کہ ان میں سے ان کی جنس سے کوئی نبی یا رسول نہیں آیا اور ہم میں باہم اتحاد اور محبت ہو اور وہ بات پیدا ہو جو حضور چاہتے ہیں۔ خدا آپ کی دعائیں ہمارے حق میں منظور کرے۔ آمین۔ [۳]

۱۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۳۳ --- ۱۷/ ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰ تا ۱۲)

۲۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ --- ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۴' ۱۵)

۳۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۱ --- ۱۷/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۳)

☆-☆-☆-☆